

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ أَمَا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝

(الاحزاب: 41-42)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فِي مَقَامِ آخِرَ
وَالذِّكْرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا ۝ وَالدُّكْرَاتِ لَا أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً ۝ وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

(الاحزاب: 35)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ - وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ - وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

سکون قلب کا جواب نسخہ:

کتنی تسکین وابستہ ہے ترے نام کے ساتھ نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ
اللہ رب العزت کی یاد میں کچھ ایسا لطف اور مزہ ہے کہ انسان کی سب پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔
چنانچہ قرآن مجید میں فرما دیا گیا:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد: 28) جان لو کہ اللہ رب العزت کی یاد کے ساتھ دلوں کا
اطمینان وابستہ ہے۔

کسی شاعر نے اسی مضمون کو یوں بیان کیا:

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے تسلیٰ دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

دو لا محدود چیزیں:

قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔

(۱) تقویٰ (۲) ذکر اللہ

تقویٰ کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ بس اتنا کہہ دیا کہ

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن: 16) پس تم تقویٰ اختیار کرو جتنی تمہارے اندر استطاعت ہے۔

یعنی میدان کھلا ہے اس میں جتنا دوڑ سکتے ہو دوڑ کے دکھاؤ۔ انسان ساری عمر تقویٰ میں بڑھ سکتا ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

اسی طرح ذکر اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (الاحزاب: 41) اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت

سے کرو۔

اب اس ذکر کثیر کی یہ ہے تفسیر کہ

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (ال عمران: 191) وہ بندے جو کھڑے،

بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

انسان کی تین حالتیں ممکن ہیں۔ یا تو وہ کھڑا ہوگا، یا بیٹھا ہوگا یا لیٹا ہوگا۔ گویا انسان کو ان تینوں حالتوں

میں ذکر کرنے کا حکم دیا گیا۔ بالفاظ دیگر ہر حالت میں بندے کو ذکر کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس کی کوئی حد

نہیں۔ انسان جتنا گڑ ڈالے گا اتنا ہی بیٹھا ہوگا۔ ان دو چیزوں کے برعکس باقی تمام چیزوں کی حد مقرر کی

گئی ہے۔ مثال کے طور پر

..... نماز کی حد مقرر ہے کہ پانچ فرض نمازیں پڑھنی ہیں۔

..... روزے کی حد ہے کہ تیس روزے رکھنے ہیں۔

..... زکوٰۃ کی حد ہے کہ اتنی دینی ہے۔

..... حج کی حد ہے کہ زندگی میں ایک بار فرض ہے۔

امام اعظمؒ کی امام ابو یوسفؒ کو نصیحت:

ذکر اللہ کی اتنی اہمیت ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو جسٹس بنا کر بھیجا تو انہیں نصیحتیں فرمائیں۔ علماء جانتے ہیں کہ ”وصایا امام اعظم“ کے نام سے کتابیں بھی ملتی ہیں..... دیکھیں ایک آدمی کو چیف جسٹس کا عہدہ مل رہا ہے اور اس کا استاد اس کو نصیحتیں کر رہا ہے۔ ہدایت دیتے ہوئے چاہیے تو یہ تھا کہ وہ فرماتے کہ اصول فقہ کو سامنے رکھنا، قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس پر نظر رہے..... لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا:

”اے یعقوب ☆! تم لوگوں میں بیٹھ کر کثرت کے ساتھ ذکر کرنا تا کہ لوگ تم سے سیکھ کر ذکر کریں۔“

معلوم ہوا کہ علم کا کوئی بھی میدان ہو، ذکر کے بغیر رنگ نہیں چڑھتا۔ جس طرح ذکر کرنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آتی ہے اسی طرح ذکر کرنے کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت آتی ہے۔

مغربی دنیا سکون کی تلاش میں:

1985ء کی بات ہے کہ ہمارے واشنگٹن کے دوستوں نے ایک محفل کا انتظام کیا جس میں انہوں نے دنیا کے بڑے بڑے لکھے اور **Talented** (باصلاحیت) لوگوں کو خاص طور پر بلایا۔ کئی ایمپیسڈرز تھے، کئی پی ایچ ڈی اور کئی میڈیکل ڈاکٹر تھے۔ اس عاجز نے ان کے سامنے انگریزی میں بیان کیا۔ اس کے بعد معمول کے مطابق ان کو مراقبہ کروایا اور پھر دعا کروا کے محفل ختم کر دی۔

دعا کے بعد ایک آدمی اس عاجز سے ملنے کے لئے آئے۔ ان کے ساتھ چار پانچ آدمی اور بھی آگئے۔ ان

کا تعارف کروایا گیا کہ یہ ایک مسلمان ڈاکٹر ہیں اور یہ ملک کے **Top twenty doctors** **significant** (بیس عظیم ڈاکٹروں) میں سے ایک ہارٹ سپیشلسٹ ہیں۔ بہر حال یہ سن کر خوشی ہوئی کہ یہ مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی نہ کسی شعبے میں عزت بخشی ہے۔

مختصر سے تعارف کے بعد وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ نے تھوڑی دیر سر جھکا کر کیا کروایا ہے؟ میں نے کہا، مراقبہ۔ وہ کہنے لگے، آپ نے یہ کہاں سے سیکھا ہے؟ میں نے کہا، اپنے بڑوں سے۔ وہ پھر کہنے لگے، ایشیا سے سیکھا ہے یا یورپ سے؟ میں نے کہا، یہاں تو میں ابھی آیا ہوں، میں نے مراقبہ کرنا ایشیا سے ہی سیکھا ہے۔ وہ کہنے لگا، کیا اس کا تذکرہ کہیں ہے؟ میں نے کہا، بالکل ہے۔ یہ سن کر وہ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ بالآخر کہنے لگا کہ اسلام بڑا سچا دین ہے۔ ہم نے پوچھا، آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ اسلام بڑا سچا دین ہے، وجہ کیا بنی؟ اس کے جواب میں اس نے یہ تفصیل بتائی۔

وہ کہنے لگے، یہاں گولیاں کھا کر جو لوگ سوتے ہیں ان کی تعداد پچھلے چند سالوں میں بڑھ گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں گورنمنٹ کے سامنے ڈیمانڈ آئی کہ یا تو فیکٹریوں کی پروڈکشن بڑھانے کی اجازت دو یا کوئی ایسی صورت ہو کہ بندوں کو کھانی ہی نہ پڑیں۔ یہ سن کر ہمارے ”بڑے“ پریشان ہوئے کہ پوری قوم کو گولیاں کھا کر سونا پڑتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پورے ملک سے ہارٹ سپیشلسٹ ڈاکٹروں کو اکٹھا کیا۔ میں بھی ان میں سے ایک تھا۔ انہوں نے ان ڈاکٹروں کی ایک کمیٹی بنا دی اور کہا کہ اس بات پر ریسرچ کرو کہ لوگ پریشان کیوں ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے ماحول میں وہ جو چاہتے ہیں کھاتے ہیں، جو چاہتے ہیں پیتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں سوتے ہیں، کلبوں میں جاتے ہیں، ڈانس کرتے ہیں، ان پر کسی چیز کی پابندی ہے ہی نہیں، جب ان کی ہر خواہش پوری ہو جاتی ہے تو پھر یہ پریشان کیوں ہوتے ہیں۔

حکومت نے تمام ڈیپارٹمنٹس میں ایک آفس آرڈر کر دیا کہ یہ کمیٹی نیشنل لیول کا ایک کام کر رہی ہے اس کو

جہاں بھی سپورٹ چاہیے ہوگی تمام ڈیپارٹمنٹس ان کو سپورٹ دیں۔ وہ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ ہمارے تو وارے نیارے ہو گئے۔ سپر کمپیوٹرز ہمارے اختیار میں تھے، جس ادارے سے بھی ہمیں Documents (دستاویزات) یا Research Paper (ریسرچ پیپر) چاہیے ہوتا تھا، ہمیں مل جاتا تھا، ہر لائبریری ہمارے سامنے تھی۔ ہر طرح کی سہولیات ہمیں میسر تھیں۔

ہم نے آپس میں سوچا کہ آخر بندہ پریشان کیوں ہوتا ہے؟ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ کافی Discussion (بحث و تمحیص) کے بعد یہ فائل ہوا کہ ہمیں سوچنا چاہیے کہ دماغ کا وہ کونسا حصہ ہے جس کے ساتھ خوشی اور غمی کا تعلق ہے۔ خوش بندے کے دماغ میں بھی کوئی چیز ہوگی اور پریشان بندے کے دماغ میں بھی۔ ان دونوں کے درمیان میڈیکلی کوئی فرق ہوگا۔ ہم نے کہا، اسی بات پر ریسرچ کرتے ہیں۔

ہم نے اس کا طریقہ یہ اپنایا کہ ہم نے خوش بندوں کو مشین میں بٹھا کر ان کی Brain scanning کی۔ ان کے Brain (دماغ) کا جتنا Data (مواد) تھا اس کو Digitise (ہندی صورت) کر کے ہم نے کمپیوٹر میں Feed (داخل) کر دیا۔ اور جو پریشان تھے ان کو بھی اسی طرح Scan کیا اور Data کمپیوٹر میں Feed کر دیا۔ اور پھر ہم نے کمپیوٹر کو ایک پروگرام بنا کر دے دیا جس میں کہا کہ کچھ یہ بندے ہیں اور کچھ یہ بندے ہیں، ان کے دماغوں کا آپس میں تقابل کر کے بتاؤ کہ فرق کہاں پر ہے؟ جب کمپیوٹر کو ایسی Assignment (مشق) دی جائے تو وہ تو دماغ کے ایک ایک سیل کے اوپر جا کر فرق بتاتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے کئی ہزار خوش بندوں کے اور کئی ہزار ڈپریشن والے بندوں کے ٹیسٹ لیے۔ بالآخر دو تین مہینے کی ورکنگ کے بعد سپر کمپیوٹر نے دماغ کے ایک سیل کو Encircle (نشان زدہ) کر دیا۔ گویا اس نے بتا دیا کہ اس سیل میں فرق ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس سیل پر چارج ہوتا ہے تو

بندہ **Tension** (بے چینی) محسوس کرتا ہے، اس کا موڈ آف ہو جاتا ہے، بات کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ دماغ گرم ہو گیا ہے۔ جب اس جگہ سے چارج ختم ہو جاتا ہے تو بندہ مزے میں ہوتا ہے، ہنس بھی رہا ہوتا ہے اور ہنسا بھی رہا ہوتا ہے۔

ہم سوچنے لگے کہ یہ تو بہت بڑی ریسرچ ہو گئی کہ ہم نے اس سیل کو ڈھونڈ لیا ہے۔ پھر ہم نے خیال کیا کہ اس کا کاؤنٹر ٹیسٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے سوچا کہ ہم ایسے بندے کو مشین میں بٹھاتے ہیں جو واقعی بڑی **Tension** (بے چینی) میں ہو اور مصنوعی طور پر مشین کے ذریعے اس کے اس سیل کے چارج کو ڈسچارج کر دیتے ہیں۔ جب اس کا وہ سیل ڈسچارج ہو جائے گا تو وہ بندہ خوش ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ ہم نے ایسے ہی بندے کو مشین میں بٹھایا جو واقعی پریشان تھا اور ہم نے اس کے دماغ کے اس ٹشو سے چارج کو ختم کر دیا جس کی وجہ سے وہ مسکرانے لگا اور ہمارے ساتھ یوں باتیں کرنے لگا جیسے وہ پریشان ہی نہیں تھا۔ اس کے بعد ہم نے ایک بہت ہی خوش بندے کو مشین میں بٹھایا۔ ہم نے اس کے دماغ کے اس ٹشو میں مصنوعی طور پر چارج **Inject** (داخل) کر دیا۔ بس چارج **Inject** کرنا ہی تھا کہ اس کا پارہ ہی چڑھ گیا۔ وہ ہم سے ہی جھگڑنے لگ گیا۔

ہم نے اس طرح ہزاروں ٹیسٹ لے کر تسلی کر لی کہ اگر اس جگہ چارج ہو تو بندہ پریشان ہوتا ہے اور اگر اس جگہ سے چارج ختم ہو جائے تو بندہ خوش ہو جاتا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم نے ریسرچ کر کے خوشی غمی کا پتہ کر لیا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ ہم نے حکومت کو رپورٹ پیش کر دی۔ جب پڑھنے والوں نے ہماری رپورٹ پڑھی تو انہوں نے کہا، **Well done** (شباباش) تم نے بہت اچھا کام کیا، لیکن ہم ساری قوم کو مشینوں میں تو نہیں بٹھا سکتے۔ آپ نے ابھی تک آدھا کام کیا ہے اور دوسرا آدھا کام یہ ہے کہ اب یہ سوچو کہ یہ چارج

بغیر مشین میں بیٹھے کیسے ختم ہو سکتا ہے چنانچہ وہ کہنے لگے کہ یہ **Second assignment** مل گئی اور ہم یہ سوچنے میں لگ گئے کہ یہ چارج مشین میں بیٹھے بغیر کیسے ختم ہو سکتا ہے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے پہلے بڑی **Discussions** (بحثیں) ہوئیں۔ پھر ریسرچ ورک شروع کیا۔ بالآخر دل میں ایک بات آئی کہ ایک بندہ جو بڑا ہی غمزہ ہوتا ہے، اگر اسے دو چار گھنٹے کی نیند آجائے تو نیند کے بعد جب وہ اٹھتا ہے تو اس کو پہلے جیسا غم نہیں ہوتا بلکہ طبیعت بحال ہو چکی ہوتی ہے۔ ہمارے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ دو چار گھنٹے کی نیند سے آخر کیا فرق پڑتا ہے؟ چنانچہ یہ معلوم کرنے کے لئے ایک پریشان بندے کو سونے سے پہلے بھی مشین میں بٹھایا اور ایک دو گھنٹے کی نیند کے بعد بھی مشین میں بٹھایا تو ہم نے یہ دیکھا کہ اس کے چارج کی **Intensity** (شدت) کم ہو چکی تھی۔ پہلے اس کی **Intensity** زیادہ تھی اور بعد میں کم ہو گئی۔ ہم نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جلدی **Decay** (زائل) ہو جاتا ہے۔ جب بندہ سو جاتا ہے تو اس کا دماغ **Off load** (آف لوڈ) ہو جاتا ہے یعنی دماغ کا بوجھ اتر جاتا ہے۔ آف لوڈ ہونے کی وجہ سے چارج جلدی زائل ہو جاتا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ ہمارے ذہن میں خیال آیا کہ اگر یہ چارج سو جانے سے جلدی **Decay** (زائل) ہو جاتا ہے تو کیوں نہ ہم کوئی ایسی **Exercise** (مشق) ڈھونڈیں جس سے یہ جلدی **Decay** (زائل) ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے سوچا کہ ہم دماغ کو آف لوڈ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ایک بندے کو بٹھا کر کہا جائے کہ وہ بالکل سو چنا چھوڑ دے۔ جب وہ سو چنا چھوڑ دے گا تو دماغ پر لوڈ کم ہو جائے گا۔ وہ کہنے لگے کہ جب ہم نے ایک پریشان بندے کو اس طرح بٹھایا تو آدھے پونے گھنٹے کے بعد اس کا چارج واقعی جلدی **Decay** (زائل) ہو گیا۔ اس طرح ہم نے کئی ٹیسٹ لئے۔ بالآخر ہم نے ارباب اقتدار کو آکر بتا دیا کہ جناب! یہ **Exercise** (مشق) کرنے سے بندے کی پریشانی جلدی ختم ہو جاتی

ہے اور وہ خوش ہو جاتا ہے۔

حکومت نے اس **Exercise** (ورزش) کا نام **“Meditation”** (مراقبہ) رکھا۔ اور حکم دے دیا کہ پورے ملک کے ہر شہر کے مختلف حصوں میں میڈیٹیشن کلب بنا دو۔ وہ کہنے لگے کہ اب تو ہر جگہ میڈیٹیشن کلبے ہوئے ہیں، لوگ اپنے دفاتروں سے تھکے ماندے اور پریشان حال آتے ہیں اور وہ کلب کے اندر چلے جاتے ہیں۔ کلب کے اندر انسٹرکٹر موجود ہوتے ہیں۔ وہ ان کو کہتے ہیں، یہاں بیٹھ جائیے، ہر چیز کو بھول جائیے، بالکل سوچنا چھوڑ دیجئے۔ اس طرح کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے آپ کو بہت ہی **Light** (ہلکا پھلکا) **Feel** (محسوس) کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ **Tension** (بے چینی) ختم ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ یہ **Meditation** (میڈیٹیشن) تو یہاں عام ہو چکی ہے۔ لیکن جو ریسرچ یہاں آج ہوتی ہے وہ پاکستان اور ہندوستان میں تو کہیں بیس سال کے بعد پہنچتی ہے، اسی لئے میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ آپ نے یہ میڈیٹیشن کہاں سے سیکھ لی ہے۔ اب میں نے ان کو سمجھایا کہ بھئی! یہ میڈیٹیشن نہیں بلکہ یہ تو اللہ کا ذکر ہے جس کا حکم قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ (الاعراف: 205) اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں۔

ہم نے مراقبہ کر کے تو قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کیا ہے۔ خیر اس کی پھر بڑی تسلی ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اسلام بڑا سچا دین ہے کہ جس نے چودہ سو سال پہلے ہمیں بتا دیا تھا کہ اگر ہم ذکر قلبی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے دل کی تمام پریشانیوں کو دور فرما دیں گے۔ دنیا آج

ریسرچ کرنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچ رہی ہے ہمیں چودہ سو سال پہلے ویسے ہی بتا دیا گیا تھا۔

سوڈن میں ایک ماہر نفسیات کا اعتراف:

اس واقعہ کے پانچ سال کے بعد 1990ء میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ اس وقت فقیر بھی کسی ”**Second largest industrial group of the country**“ (ملک کے دوسرے بڑے صنعتی

گروپ) کے جنرل مینجرز کا ڈائریکٹر ٹیکنیکل تھا۔ سوڈن میں پلاننگ کے بارے میں ایک کورس ہوا۔

اس کورس کا نام **Project Management** (پراجیکٹ منجمنٹ) تھا۔ کورس کی انتظامیہ نے مختلف

ملکوں کے لوگوں کو **Select** (منتخب) کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ پورے ملک (پاکستان) سے اس عاجز کا

نام **Select** (منتخب) ہو گیا، الحمد للہ کہ پھر ہم نے بھی **Representation** (نمائندگی) کی۔ اس کورس

میں دنیا کے ۲۷ ملکوں کے لوگ شامل تھے۔ اس میں ہم نے چالیس دن کمپیوٹر پر کام کیا۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ جب اس کورس کا امتحان ہوا تو یہ عاجز ان ۲۷ ملکوں کے لوگوں میں بھی

Top (ٹاپ) کر گیا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ میرے ساتھ والے بڑے اچھے تھے اور مجھ پر اتنے مہربان

تھے کہ انہوں نے مجھے فرسٹ آنے کا موقع دے دیا۔

آخری دن ان لوگوں نے اپنے ملک کے سات ماہرین نفسیات کو بلایا۔ ان میں سے چار مرد اور تین

عورتیں تھیں۔ یہ ان کے ملک کے چنے ہوئے لوگ تھے۔ انہوں نے لیکچر دینا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا

کہ آج کا عنوان ”**Human Stresses**“ (انسانی پریشانیاں) ہے۔ وہ کہنے لگے کہ جس طرح ٹربائن

کاروٹر بناتے ہوئے سٹریس آجاتے ہیں اور پھر ان کو ریلیز کرنا پڑتا ہے اسی طرح سائنسی دنیا میں جو مینجر

اور ڈائریکٹر ہوتے ہیں ان کے دماغ میں بھی ہر وقت سٹریس پڑ رہے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات وہ

چاہتے ہیں کہ کچھ کام ہو جائیں لیکن وہ نہیں ہو پاتے اور کبھی وہ چاہتے ہیں کہ کچھ کام نہ ہوں لیکن وہ

ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کے ذہن پر ہر طرف سے **Tension** (بے چینی) ہو جاتی ہے۔ اگر اس **Tension** (بے چینی) کو ختم نہ کیا جائے تو اس بندے کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس لیکچر کا نام **Human Stresses** (انسانی پریشانیاں) رکھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ ہمارے لوگ اسی بات کو ان سادہ لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں کہ

”پریشانیاں انسان کو بوڑھا کر دیتی ہیں“

لیکن وہ اسی بات کو سائنس کی زبان میں کھڑے سمجھا رہے تھے کہ پہلے **Medically** (طبی طور پر) یوں ہوتا ہے، پھر یوں ہوتا ہے، پھر بندے پر اثر پڑتا ہے اور پھر واقعی بندہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

جب انہوں نے اس بات کو **Medically** (طبی طور پر) ثابت کر لیا تو وہ کہنے لگے کہ آپ ۲۷ ملکوں کے لوگ ہیں، ہم آپ کو ایک **Exercise** (مشق) کروانا چاہتے ہیں۔ اس **Exercise** کے ذریعے آپ کی **Tension** (بے چینی) ختم ہو جایا کرے گی۔ یہ سن کو وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے، جی ہاں آپ ہمیں ضرور **Exercise** کروائیں۔

انہوں نے ہمیں ایک ہال میں **Circle** (دائرے) کی شکل میں بٹھایا ہوا تھا۔ سامنے سٹیج پر وہ سب اپنا لیکچر دے رہے تھے۔ وہ کمپیوٹر ز اور دوسرے سمعی بصری معاونات کی مدد سے اپنی **Documentaries** (سائنسی فلمیں) دکھا رہے تھے۔ جب انہوں نے سارا کچھ دکھا دیا تو وہ کہنے لگے کہ اب ہم آپ کو وہ **Exercise** (ورزش) سکھانا چاہتے ہیں تاکہ آپ روزانہ اپنی **Tension** بھی ریلیز کر لیا کریں اور دوسروں کو بھی سکھائیں تاکہ ان کی **Tension** بھی ختم ہو سکے۔ ہم نے کہا، بہت اچھا، آپ ضرور سکھائیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ انہوں نے کہا،

Shut the doors. (دروازے بند کر دو)

ایک آدمی نے جا کر دروازے بند کر دیئے۔

Switch off the lights. (لائٹیں بجھا دو)

چنانچہ لائٹ بھی بند کر دی گئی۔

Close the eyes. (آنکھیں بند کر لو)

ہم سب نے اپنی آنکھیں بند کر لیں

Bend your heads. (اپنے سروں کو جھکا لو)

ہم نے سروں کو جھکا لیا۔ پھر وہ کہنے لگا،

Forget everything. Feel relaxe.

(ہر چیز کو بھول جاؤ۔ سکون محسوس کرو)

ہم اسی طرح بیٹھے رہے اور وہ برابر یہی جملے کہتے رہے تھے:

Forget everything. Feel relaxe

Forget everything. Feel relaxe

پانچ سات منٹ کے بعد ان کے چیئر مین نے کہا،

“(The exercise is over)” (ورزش ختم ہو گئی ہے)

اب لائٹیں آن ہو گئیں اور دروازے کھول دیئے گئے۔

اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا کہ اب ہم آپ سے باری باری پوچھیں گے کہ آپ نے اس

Exercise (ورزش) کو کیسے **Feel** (محسوس) کیا۔ چنانچہ انہوں نے پوچھنا شروع کر دیا۔

جمائیکا کی ایک لڑکی نے کھڑے ہو کر کہا،

I am feeling elevated (میں ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں)

اس کے بعد انڈونیشیا کا ایک لڑکا کھڑا ہو کر کہنے لگا،

I am feeling satisfied ، I am feeling satisfied

(میں اطمینان محسوس کر رہا ہوں، میں اطمینان محسوس کر رہا ہوں)

اب ہم بھی درمیان میں بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے ہم سے **Comments** (تاثرات) پوچھے تو ہم نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آپ نے ہمیں جو کچھ کروایا ہے وہ تو ادھورا کام ہے، جبکہ ہم تو پورا کام روزانہ کرتے ہیں۔ اس نے کہا، آپ کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا، آپ نے ہمیں کہا،

Forget everything. Forget everything

(ہر چیز کو بھول جاؤ، ہر چیز کو بھول جاؤ، ہر چیز کو بھول جاؤ)

یہ آدھا کام ہے۔ ہم اس کے علاوہ بھی کچھ کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ

”ہر چیز کو بھول جاؤ اور اللہ کی یاد میں ڈوب جاؤ“

یہ جو **Second half** (دوسرا آدھا حصہ) ہے یہ تو آپ نے نہیں کروایا، جبکہ ہم تو یہ بھی کرتے ہیں۔

جب میں نے اس سے یہ بات کہی تو اس نے مجھ سے پوچھا،

Are you Muslim? (کیا آپ مسلمان ہیں؟)

میں نے کہا،

Yes, I am. (ہاں میں مسلمان ہوں)

جب میں نے یہ کہا تو اس وقت اس نے انگلش کا ایک فقرہ بولا۔ میں نے وہ فقرہ ہو بہو یاد کر لیا، اب میں

وہی فقرہ آپ کو سنارہا ہوں۔ اس نے کہا،

You learnt it by wisdom one thousands and five hundred(1500) years ago but we have just learnt it by science.

(آپ نے اس عمل کو جی کے ذریعے پندرہ سو سال پہلے سیکھ لیا تھا اور ہم نے اسے ابھی سائنس کے ذریعے سیکھا ہے)

اس نے یہ بات ۲۷ ملکوں کے لوگوں کے سامنے تسلیم کی۔ میں نے کہا، الحمد للہ، یہ دین اسلام کتنا خوبصورت دین ہے کہ یہ لوگ **Research** (تحقیق) کر کے بالآخر وہاں پہنچتے ہیں جہاں ہمارے محبوب ﷺ نے تعلیم دی۔ سبحان اللہ، ایک عام بندہ جس کو دین کا کچھ پتہ نہیں اگر وہ بھی اللہ کی یاد میں بیٹھتا ہے تو وہ بھی اس کے فائدے حاصل کر رہا ہوتا ہے۔

میرے دوستو! نعمتیں ہمارے پاس ہیں اور لوگ ان سے دنیا کے فائدے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ لیکن جب مسلمانوں سے کہا جائے کہ اے خدا کے بندو! تم جو پریشان پھرتے ہو، تمہاری اس پریشانی کا علاج گولیاں کھانے میں نہیں بلکہ اللہ کی یاد میں ہے تو وہ اس طرف آتے ہی نہیں۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ وہ اسے ایک فالتو کام سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکر و مراقبہ کہاں سے آگیا۔ وہ خود تو ساری دنیا کا ذکر کرتے پھرتے ہیں اور اگر ہم اللہ کا ذکر کریں تو یہ انہیں برا لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس بندے کو اللہ رب العزت سے محبت ہوتی ہے اس کو اس کا نام لینے میں مزہ آتا ہے۔

ہم رٹیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے اگر محبت الہی والی یہ کیفیت کسی کو نہ ملی ہو اور اللہ نے اس کو اس سے محروم رکھا ہو تو پھر ہم اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔

ذکر الہی سے سکون ملنے کی وجہ:

اللہ کے ذکر کے اندر ایک فنائیت ہے اور اسی فنائیت کے ذریعے انسان کے غم دور ہوتے ہیں جس سے اس کے دل کو سکون ملتا ہے اور وہ اللہ رب العزت کی محبت میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔ اسی لئے ذکر کرنے کی بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ اگر ہم اللہ کا ذکر کثرت اور باقاعدگی کے ساتھ کریں گے تو ہمیں دین اور دنیا دونوں میں فائدہ ہوگا۔ اب تو یہ بات سائنس سے بھی ثابت ہو چکی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: **ذِكْرُ اللَّهِ شِفَاءُ الْقُلُوبِ** اللہ کی یاد دلوں کے لئے شفا ہے۔

آپ ذرا لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے ہر وقت اپنے دل میں اللہ رب العزت کی یاد رکھیں پھر اس کی برکتیں دیکھنا۔ ہمارے مشائخ جو ذکر کرواتے ہیں وہ ایسے ہی تسبیح نہیں پھرواتے اور نہ ہی عدد پورے کرواتے ہیں بلکہ اس سے سالک کا دل بدل رہا ہوتا ہے۔ ہم نے اس نسبت کی بہت زیادہ برکتیں دیکھی ہیں۔

میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں.....!!!

ایک مرتبہ یہ عاجز کسی ائر پورٹ پر فلائٹ کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ ایک نوجوان سامنے سے گزرا۔ وہ شراب پی رہا تھا۔ ایک مرتبہ تو وہ سامنے سے گزر گیا۔ تھوڑی سی دور جا کر وہ پھر لوٹا اور آ کر مجھے ہیلو ہائے کرنے کے بعد کہنے لگا،

I want to be like you. (میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں)

جب میں نے اسے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل بھی ہے تو میں یہ سمجھا کہ اس کو یہ پگڑی اور لباس اچھا لگا ہوگا..... ہم سے جب باہر ملک میں لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ لباس کیوں پہنا ہوا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ”کیوٹ“ لباس ہے۔ ان کافروں کو ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ سنت ہے کیونکہ کیا پتہ کہ وہ

آگے سے کیا بکواس کر دیں۔ اور کیوٹ والا ایسا لفظ ہے کہ جب ہم ان کو جواب میں یہ کہتے ہیں تو وہ آگے بول ہی نہیں سکتے۔

خیر جب اس نے کہا کہ میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں تو میں نے اس سے کہا،

Do you like this turban and this white dress?

(کیا آپ یہ پگڑی اور سفید لباس پسند کرتے ہیں؟)

وہ کہنے لگا،

No, I want to be like you because I am seeing

some light on your face .

(نہیں، میں آپ کی طرح اس لئے بننا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ کے چہرے پر نور نظر آرہا ہے) جب اس نے یہ الفاظ کہے تو مجھے فوراً احساس ہوا کہ کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا،

O brother! then you can be better than me

(اے بھائی! آپ تو مجھ سے بھی بہتر بن سکتے ہیں)

وہ کہنے لگا،

Are you sure? (کیا سچ مچ ایسا ہی ہے؟)

میں نے کہا، **Yes** (جی ہاں)

وہ کہنے لگا،

Ok, I am just coming. (ٹھیک ہے، میں ابھی آرہا ہوں)

وہ یہ کہہ کر سامنے واش روم میں چلا گیا۔ اس نے میرے دیکھتے ہی شراب کی بوتل پھینکی اور واش بیسن پر کھلی کر کے چہرہ دھویا۔ وہ تازہ دم ہو کر دوبارہ میرے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ کہنے لگا،

Let me to introduce myself.?

(کیا میں آپ کو اپنا تعارف کراؤں؟)
میں نے کہا، جی ہاں کرائیں۔

اب اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا یہ نام ہے اور میں نے ٹوکیو (جاپان) کی یونیورسٹی سے ایم ایس سی کمپیوٹر سائنسز کیا ہوا ہے اور میں اس وقت فلاں بڑی کمپنی کے انڈر مینجر ہوں۔ اس نے پھر وہی بات دوہرائی کہ۔

I want to be like you. (میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں)
میں نے بھی کہا،

You can be better than me.

(آپ تو مجھ سے بھی بہتر بن سکتے ہیں)
وہ کہنے لگا، یہ کیسے ممکن ہے جبکہ میں نوجوان ہوں۔
میں نے کہا، تو کیا ہوا؟ نوجوان ہی تو بن سکتے ہیں۔

وہ کہنے لگا، نہیں، میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میری **Personality** (شخصیت) کو بھی دیکھ رہے ہیں کہ میں کتنا خوبصورت ہوں، میرا **Status** (عہدہ) اور **Pay** (تنخواہ) بھی آپ کے سامنے ہے مجھے اس ملک میں ہر دن کہیں نہ کہیں سے گناہ کی دعوت ملتی ہے اور میں ”ان“ کا مہمان ہوتا ہوں۔ آج

ادھر عیاشی کر رہا ہوتا ہوں تو کل ادھر، میرے گا ہک نت نئے ہوتے ہیں، جب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے تو مجھے بتائیں کہ میں گناہ سے کیسے بچ سکتا ہوں۔

میں نے کہا، بھئی اگر آپ کے لئے گناہوں سے بچنا مشکل ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے تو آپ کو گناہوں سے بچا دینا آسان ہے۔

وہ کہنے لگا، ہاں، یہ تو ہے۔

میں نے کہا، ہم نے گناہوں سے بچنے کے لئے اپنے بڑوں سے ایک نسخہ سیکھا ہوا ہے، میں آپ کو وہ سکھا دیتا ہوں، پھر اس کی برکت خود دیکھنا۔

وہ کہنے لگا، جی بتائیں۔

میں نے اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے اس آدمی کو بیعت کے کلمات پڑھائے اور اس کو مراقبہ کرنے کا طریقہ بتایا۔ اس نے کہیں اور جانا تھا اور میں نے کہیں اور۔ البتہ ہم نے ایڈریس ایکسچینج کر لیا۔

اللہ کی شان کہ تین ماہ کے بعد اس نوجوان نے انگلش میں خط لکھا۔ اس خط کو میں نے **Preserve** (محفوظ) کیا ہوا ہے۔ اس نے اس خط میں دو باتیں لکھی:

☆..... پہلی بات یہ لکھی کہ ”میں پانچ وقت کی نماز تو پڑھتا ہی ہوں، کبھی کبھی مجھے تہجد کی نماز بھی مل جاتی ہے۔“

☆..... دوسری بات یہ لکھی کہ ”میں اس بات پہ حیران ہوں کہ میں گناہوں کے سمندر میں رہتے ہوئے گناہوں سے بچا ہوا کیسے ہوں؟

میں نے اس کو جواب میں لکھا کہ

”ہمارے بڑوں کی دعائیں ہمارے گرد پہرہ دیا کرتی ہیں۔“

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھا دیتا ہے
ایک ایس پی کی باطنی اصلاح:

ایک مرتبہ ملتان میں بیان کیا۔ کچھ لوگ بیعت ہوئے۔ ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ وہ دوسرے آدمی کو کہہ رہا تھا، بیعت ہو جاؤ، بیعت ہو جاؤ۔ لیکن وہ بیعت ہونے کے لئے تیار نہیں ہو رہے تھے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ان کو مجبور کیوں کرتے ہیں، یہ تو خوشی کا سودا ہے، جس کا جی چاہے گا وہ بیعت ہو جائے گا۔ اب وہ بندہ جس کو وہ مجبور کر رہا تھا وہ ذرا آگے بڑھ کر کہنے لگا، حضرت! بات یہ ہے کہ میں اس علاقے کا سپرنٹنڈنٹ پولیس (S.P.) ہوں اور یہ میرے بڑے بھائی ہیں، انہوں نے آپ سے بیعت کی ہوئی ہے اور اب مجھے بھی مجبور کر رہے ہیں کہ آپ بھی بیعت ہو جائیں۔ چونکہ میں پولیس کے محکمے میں ہوں اس لئے میرا کھانا بھی حرام، میرا پینا بھی حرام اور میرا پہننا بھی حرام، حتیٰ کہ آپ جو گناہ سوچ سکتے ہیں وہ گناہ میں نے کیے ہوئے ہیں، اس لئے بیعت کرنے سے میری کوئی اصلاح ہوگی۔

میں نے کہا، بھلے آپ کی زندگی جیسی بھی ہے، بیعت ہونے کی اپنی برکتیں ہیں۔ آپ نے بد عملیوں کی ظلمت کو دیکھا ہے اور ہم نے اس عمل (بیعت) کے نور کو دیکھا ہے، آپ ذرا آزمائیں کہ کچھ ہوتا بھی ہے یا نہیں ہوتا۔ اس نے کہا، اچھا، جی بیعت کر لیتا ہوں۔ عاجز نے اسے بھی بیعت کیا اور اس کے دل پر بھی انگلی رکھ کر اللہ اللہ کی ضرب لگا دی۔

چار پانچ ماہ کے بعد پھر اسی شہر میں پروگرام کے سلسلہ میں جانا ہوا۔ اللہ کی شان کہ عصر کی نماز کے بعد جب یہ عاجز کھڑا ہوا تو کسی آدمی نے پیچھے سے آکر ”چپھی“ ڈالی۔ میں بڑا حیران ہوا کہ میری تو کسی سے ایسی Frankness (بے تکلفی) نہیں ہے کہ کوئی آکر پیچھے سے یوں ”چپھی“ ڈالے۔ تھوڑی دیر

کے بعد اس نے چھوڑا۔ جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس نظر آئے۔ اس کی مسنون داڑھی تھی۔ میں نے دیکھ کر کہا، او سپرنٹنڈنٹ صاحب! کیا حال ہیں؟ کہنے لگا، ”حضرت! وہ سپرنٹنڈنٹ تو اسی دن مر گیا تھا بس آپ کا غلام زندہ ہے۔“

اس کے بعد اس نے بھرے مجمع میں کہا،

”حضرت! میری لائف اتنی بدل گئی ہے کہ میں تہجد کی نماز گھر میں پڑھتا ہوں اور اس مسجد میں آ کر فجر کی اذان دیتا ہوں“

ایک ایم این اے پر نسبت کی برکات:

جہانیاں منڈی میں ہمارا ایک مدرسہ ”جامعہ رحمانیہ“ ہے۔ وہاں کے مہتمم، ناظم اور اساتذہ سلسلہء عالیہ میں بیعت ہیں۔ اس تعلق کی بنا پر اسے ہم اپنا مدرسہ کہتے ہیں۔ اس جامعہ میں بخاری شریف کے افتتاح یا اختتام پر اس عاجز کو لازمی جانا پڑتا ہے کیونکہ علماء کی محفل ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ اختتام بخاری شریف کی محفل میں شمولیت کے لئے انہوں نے عاجز کو شرکت کا حکم دیا۔ اس عاجز نے حکم کی تعمیل کی۔ جب بیان سے فارغ ہوئے تو حاجی عزیز الرحمن صاحب میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا، حضرت! میرا ایک فرسٹ کزن ہے اور وہ ایم این اے (ممبر نیشنل اسمبلی) ہے۔ وہ ایک بڑا ہی اچھا انسان ہے۔ اس نے لندن سے تعلیم حاصل کی اور وہ وہیں کے رنگ میں رنگ گیا۔ وہ اس وقت کروڑوں پتی انسان ہے۔ اس نے یہاں بھی اپنی وہی لائف رکھی جو وہاں تھی۔ اس کی اتنی زیادہ جائیداد ہے کہ اس کی زمین بکی اور پورا شہر آباد ہوا۔

انہوں نے کہا کہ وہ پچھلے ۳۵ سالوں سے متواتر ایم این اے بن رہا ہے۔ ایک گورنمنٹ آئے تو بھی وہ ایم این اے بن جاتا ہے اور دوسری گورنمنٹ آئے تب بھی وہ ایم این اے بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ

یہ ہے کہ وہ سارا سال وہاں کے لوگوں کے کام کرتا ہے۔ چونکہ اس کو پیسے کا لالچ نہیں ہے اس لئے وہ بے لوث ہو کر غریبوں کے کام کرتا ہے اور ان کی پریشانیوں میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔ اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کو ووٹ دیں گے۔ بلکہ وہ اپنے حلقے میں اتنا مقبول اور ہر دلعزیز ہے کہ اگر وہ اپنی جگہ کسی کھمبے کو بھی کھڑا کر دے تو لوگ اس کھمبے کو بھی ووٹ دے کر ایم این اے بنا دیں گے۔ وہ اپنے حلقہ میں اتنا مقبول اور ہر دلعزیز ہے۔ شہر کے ڈپٹی کمشنر، اسسٹنٹ کمشنر، ایس ایچ او اور دیگر افسران اس کے ساتھ اچھی **Equation** بنا کر رکھتے ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ اس نے تو پھر ایم این اے بن جانا ہے، اگر ہم اس سے بگاڑیں گے تو یہ ہمیں یہاں سے اکھاڑ کر کسی اور صوبے میں بھجوادے گا اور ہم خواہ مخواہ مصیبت میں پڑ جائیں گے۔

اس کا کام یہ ہے کہ وہ سارا دن اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھا رہتا ہے، غریب آرہے ہوتے ہیں اور وہ ان کی پریشانیاں دور کرنے میں مدد کر رہا ہوتا ہے، کسی کو نوکری دلواتا ہے، اور کسی کی بیٹی کی شادی کا مسئلہ ہو تو اس کو پیسے دے دیتا ہے۔ اس طرح وہ سارا دن لوگوں کے کام سنوارتا رہتا ہے۔ اس لحاظ سے لوگ اس سے بہت خوش ہیں۔ لیکن اس کی زندگی کا ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس کا رجحان دین کی طرف اتنا زیادہ نہیں ہے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ عید پڑھنے کے لئے بھی مشکل سے ہی آتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ وہ دین کے قریب آجائے۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ وہ کہنے لگے، جی پھر کیا کرنا چاہیے۔ میں نے کہا، اب تو گاڑی میں سامان رکھ دیا گیا ہے اور میں جا رہا ہوں۔ آپ اتنا کام کرنا کہ ان کے پاس چلے جانا اور جا کر یہ کہنا کہ میرے پیر صاحب نے آپ کو سلام دیا ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔

میں تو یہ بات بھول ہی گیا تھا، لیکن اللہ کی شان دیکھئے کہ جب اگلے سال پھر بخاری شریف کے اختتام

کے موقع پر وہاں پہنچے تو حاجی عزیز الرحمن صاحب خوشی خوشی میرے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! میں نے اپنے کزن کو پچھلے سال آپ کا سلام دیا تھا، کچھ دیر تو وہ سوچتا رہا اور بعد میں کہنے لگا کہ جب آپ کے پیر صاحب آئیں تو میری ملاقات کروانا، اس لئے میں اب ان کو آپ کی ملاقات کروانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا، اچھا آپ اس کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ ہمارے بڑوں نے کہا ہے:

بئس الفقیر علی باب الامیر ونعم الامیر علی باب الفقیر

فقیروں میں سے سب سے برا فقیر وہ ہوتا ہے جو کسی امیر کے دروازے پر چل کر جائے اور امیروں میں سے بہترین امیر وہ ہوتا ہے جو کسی فقیر کے دروازے پر چل کر جائے۔

اس لئے اس فرمان کے مصداق اگر میں تمہارے پاس چل کے آؤں گا تو بئس الفقیر بن جاؤں گا اور اگر آپ ملنے آئیں گے تو نعم الامیر بن جائیں گے، اب بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟

اس کے بعد حاجی صاحب ان کے پاس چلے گئے۔ جب انہوں نے ان سے بات کی تو اللہ کی شان دیکھنے کہ اس نے اپنی پجارو گاڑی نکالی اور جس مدرسہ میں ہم بیٹھے ہوئے تھے وہ ایم این اے صاحب وہاں پہنچ گئے۔ جب وہ آکر چٹائی پر بیٹھ گئے تو لوگ بڑے حیران ہوئے کہ وہ بندہ جو پوری زندگی کبھی مدرسہ میں آیا نہیں تھا وہ بھی آکر چٹائی پر بیٹھا ہوا ہے۔ سلام کرنے کے بعد وہ کہنے لگے کہ میں آپ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس عاجز نے دوسرے حضرات کو باہر بھیج کر دروازہ بند کر دیا۔

دروازہ بند کرنے کے بعد انہوں نے حال احوال پوچھے۔ اس کے بعد عاجز نے توبہ کے عنوان پر چند آیات اور احادیث جو اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالیں ان کے سامنے بیان کیں۔ سننے کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ حضرت! توبہ تو وہ کرے جس کے کچھ گناہ ہوں اور کچھ نیکیاں، اور جس کے گناہ ہی گناہ ہوں، اس

نے کبھی نیکی کی ہی نہ ہو، وہ کیسے توبہ کرے، مجھے تو یاد ہی نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی نماز بھی پڑھی ہوگی، میرا دماغ یورپ میں جا کر ایسا خراب ہوا کہ مجھے وہاں ”پینے پلانے“ کی عادت پڑ گئی جس کی وجہ سے میں اپنے آپ میں مست ہوتا ہوں، میں اس عادت کو چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ کیا میرے جیسا بندہ بھی بدل سکتا ہے؟ میں نے کہا، ہاں، بدل سکتا ہے۔ وہ کہنے لگے، جی میرے پاس تو نیک اعمال نہیں ہیں۔ میں نے کہا، نہیں نہیں، آپ کے بہت سے نیک اعمال ہیں۔ جب میں نے کہا کہ آپ کے بھی نیک اعمال بہت سے ہیں تو وہ حیران ہونے لگے۔ میں نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے نا۔ کہنے لگے، ہاں۔ میں نے کہا، مسجد میں بھی نہیں جاتے؟ وہ کہنے لگے، ہاں۔ میں نے کہا کہ یہ گناہ ہی ہے جو آپ کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ نیکیاں بھی کرتے ہیں مثلاً جب کوئی دکھی آتا ہے تو کیا آپ اس کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں؟ کہنے لگے، ہاں۔ میں نے پوچھا، کیا آپ غریبوں پر رحم کھاتے ہیں؟ کہنے لگے، ہاں۔ جو لوگ مشکل میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں کیا ان کی مشکل دور کرنے کے لئے مدد کرتے ہیں؟ وہ کہنے لگے، جی ہاں میں تو ایسے کام بہت زیادہ کرتا ہوں۔ میں نے کہا، یہ سب خیر خواہی کے کام ہیں نیکی کے کام ہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نامہ اعمال کے ذخیرہ میں نیکیاں بھی بہت زیادہ لکھی ہوئی ہیں۔ اب ان کو بھی تسلی ہوگئی کہ میں جو سارا دن فلاحی کام کرتا ہوں یہ بھی نیکی کے ہی کام ہیں۔

اس کے بعد میں نے انہیں سمجھایا کہ دوسروں کے کام آنا تو اللہ رب العزت کے ہاں بڑے اجر والا کام ہے۔ وہ یہ سن کر کہنے لگے کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے کہا کہ میں آپ کو کچھ کلمات پڑھا دیتا ہوں ان کی برکت سے تمہارے پچھلے گناہوں کی فائل بند ہو جائے گی اور ایک نئی فائل شروع ہو جائے گی۔ اس کو بات سمجھ آگئی۔ چنانچہ کہنے لگے، جی ٹھیک ہے۔ میں نے ان کو بیعت کے کلمات پڑھا دیئے، پھر مراقبہ

کروا کر رخصت کر دیا۔

بعد میں حاجی صاحب نے باقی یہ واقعہ سنایا کہ جب یہ صاحب اپنے گھر گئے تو اپنی بیوی سے کہا کہ گھر میں شراب کی جتنی بوتلیں پڑی ہیں سب توڑ دو۔ اس نے سب بوتلیں توڑ دیں..... پہلے دور میں شرابی کو شراب سے توبہ کروانا ولایت کبریٰ کے مقام کے بزرگوں کا کام ہوتا تھا اور اللہ کی رحمت دیکھئے کہ اس دور میں ہم جیسے کو اللہ تعالیٰ سبب بنا رہے ہیں۔ اس کی رحمت کتنی عام ہے..... انہوں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ میری پہلی سوسائٹی کے لوگ اب ہمارے گھر نہیں آئیں گے۔ پھر کہنے لگے کہ اب نماز بھی پڑھوں گا اور نیکی کے دوسرے کام بھی کروں گا۔ اس نے کہا، میں اور کیا چاہتی ہوں، اگر آپ کی زندگی ایسی ہو جائے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ بیوی یہ سب دیکھ کر حیران ہوتی جا رہی تھی کہ اس کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔

خیر، انہوں نے ابھی ایک آدھ ہی نماز پڑھی ہوگی کہ انہوں نے ٹی وی میں خبریں سنیں کہ آجکل حاجیوں کے قافلے حج کے لئے جا رہے ہیں۔ خبریں سن کر انہوں نے بیوی سے کہا کہ میں درجنوں دفعہ امریکہ اور یورپ ہو آیا ہوں لیکن آج تک مجھے عمرہ یا حج کے لئے جانے کی توفیق نہیں ملی جبکہ حج کرنا تو مجھ پر فرض ہے، اس لئے میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں بھی حج کروں۔ بیوی نے کہا، ضرور کریں۔ چنانچہ انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے **Minister of religious affairs** (مذہبی امور کے وزیر) کو فون کیا کہ میں حج پر جانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا۔ جناب ایم این اے صاحب! آپ کل ہی آجائے، ہم آپ کو سپیشل سیٹ پر بھجوادیں گے، اس میں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں، آپ تو مسلسل ۳۵ سالوں سے ایم این اے بن رہے ہیں، اس وجہ سے آپ کی اپنی ایک حیثیت ہے، آپ جس وقت بھی تشریف لائیں گے ہم اسی وقت آپ کو بھجوا دیں گے۔

وہ ایک سوٹ کیس لے کر وہاں پہنچ گئے..... اب ہو ایہ کہ دفتر والے جب حاجیوں کے گروپ تشکیل دیتے ہیں تو ان میں سے کسی مجبوری کی بنا پر کبھی کبھی کچھ سیٹیں خالی ہو جاتی ہیں مثلاً کوئی بیماری کی وجہ سے نہ جاسکے یا فوت ہونے کی وجہ سے کوئی سیٹ خالی ہو جائے..... انہوں نے ان کو ایسی ہی ایک سیٹ پر ایڈجسٹ کر کے گروپ لیڈر بنا کر بھیج دیا۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ انہوں نے حج کے دوران اپنے گروپ کے لوگوں کی خوب خدمت کی۔ وہ کھانا بھی لے کر آتے اور دسترخوان بھی ان کے سامنے لگاتے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ ہم حیران ہوتے تھے کہ یہ وہی شہزادہ تھا جو کسی کی بات تک نہیں سنتا تھا اب اس قدر بچھا بچھا جاتا ہے۔ خیر حج مکمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ریش والی سنت اپنانے کی بھی توفیق عطا فرمادی۔

حج سے واپس آنے کے بعد جب شہر کے علما کو پتہ چلا کہ اب وہ واپس آچکے ہیں تو انہوں نے آپس میں سوچا کہ پہلے تو ہماری ان سے بنتی نہیں تھی، لیکن چونکہ اب یہ نیک بن چکے ہیں اس لئے ہمارا یہ حق بنتا ہے کہ ہم سب جا کر ان کو مبارکباد دیں۔ چنانچہ انہوں نے طے کر لیا کہ ہم بیس پچیس علما عصر کے بعد جا کر ان کو مبارکباد دیں گے۔

ادھر وہ عصر کی نماز پڑھ کر گھر آئے، سر پر ٹوپی تھی، ہاتھ میں تسبیح تھی جو مدینہ منورہ سے لائے تھے۔ ہم نے گھنٹی بجائی تو انہوں نے آدمی کو بھیجا کہ پتہ کرو کہ باہر کون ہے۔ اس نے آکر بتایا، جی شہر کے علماء آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کو گیسٹ روم (مہمان خانہ) میں بٹھاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ جب وہ علماء کے پاس پہنچے تو سب سے ملے..... یہ پہلا موقع تھا کہ وہ شہر کے علما سے گلے مل رہا تھا..... ملنے کے بعد ان سے کہنے لگے کہ آپ تشریف رکھیں، میں ابھی آپ کے لئے آب زم زم اور کھجوریں لاتا ہوں اور آپ کو میں حج کی باتیں سناتا ہوں۔ علما نے ان کے چہرے پر داڑھی، سر پر ٹوپی اور ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو بڑے خوش

ہوئے کہ اللہ کی شان کہ یہ وقت بھی اس کی زندگی میں آنا تھا۔

وہ اندر گئے اور بیوی سے کہا کہ شہر کے علماء آئے ہیں، آپ ان کے لئے زم زم اور کھجوریں دیں اور میں اپنی تسبیح پوری کر لوں۔ وہ زم زم اور کھجوریں لینے کے لئے اندر گئی اور وہ اپنی تسبیح پوری کرنے لگے۔ جب وہ اندر سے زم زم اور کھجوریں لے کر واپس ان کے پاس آئی تو دیکھا کہ وہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔

اللہ اکبر.....!!!

جب انہیں موت آئی تو

..... حج کر کے آئے تھے،

..... چہرے پر سنت کا نور تھا،

..... سر پر ٹوپی تھی،

..... ہاتھ میں تسبیح تھی،

..... نماز پڑھ کر بیٹھے تھے،

..... با وضو تھے، اور

..... دل میں علمائے کرام کو ہد یہ دینے کی نیت تھی۔

یہ کیا چیز تھی؟ یہ نسبت کی برکت تھی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ذکر والے کیا کرتے رہتے ہیں ان بیچاروں

کو اصل میں حقیقت کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ عام دستور ہے کہ **الناس اعداء لما جہلوا**

(لوگوں کو جس چیز کا پتہ نہیں ہوتا وہ اس کے دشمن بن جاتے ہیں)

یہی وجہ ہے کہ ذکر کرنے والوں پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ:

ہمارے مشائخ بیعت ہونے والے سالک کے قلب پر انگلی رکھ کر اللہ کی ضرب لگاتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ بخارا کے علماء سے پوچھا کہ مشائخ قلب کے اوپر انگلی رکھ کر جو اللہ کی ضرب لگاتے ہیں یہ کیا معاملہ ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا، جی آپ کو پتہ ہے کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام ”بہاؤ الدین“ تھا، لیکن نقشبند کے نام سے مشہور ہو گئے، ہمارا سلسلہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے چلا تو شروع شروع میں ”صدیقیہ سلسلہ“ کہلاتا تھا، پھر خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بعض جگہوں پر اس کا نام ”طیفوریہ سلسلہ“ پڑ گیا لیکن نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اس کا نام ”نقشبندیہ سلسلہ“ پڑ گیا، یہ نام زیادہ مشہور ہو گیا۔ حتیٰ کہ جس سے پوچھتے کہ اصلاحی تعلق کہاں ہے تو جواب ملتا نقشبند سے۔ اس طرح اس سلسلہ کا نام ”نقشبندیہ“ ہی مشہور ہو گیا۔ جیسے لوگ اپنے آپ کو علوی کہنا شروع کر دیتے ہیں تو وہ نسبتاً علوی مشہور ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ یہی نام پہچان کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے راویوں کے نام لکھے اور ساتھ عَلَوِيًّا عثمانیاً بھی لکھا۔ جب بخاری شریف میں بھی علوی اور عثمانی نسبت کا ثبوت ملتا ہے تو معلوم ہوا کہ پہچان کے لئے ایسا لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نقشبندی ہیں تو اس ایک لفظ سے پتہ چل جاتا ہے کہ ان کا کن بزرگوں کے ساتھ تعلق ہے..... کہنے لگے، آپ اپنے ہاتھ کی انگلیاں دیکھئے، یہ ہاتھ کی انگلیاں ”اللہ“ کے لفظ کی شکل بن رہی ہیں۔ خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی انگلیوں سے ”اللہ“ کے نام کی شکل بناتے تھے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو جو روحانی طاقت دی تھی، اس روحانی طاقت کے ساتھ بندے کے قلب پر انگلی رکھ کر ”اللہ“ کا لفظ کہتے تھے،

کان ینقش اسم اللہ علی قلوب السالکین
(وہ سالکین کہ دلوں پر اللہ کا نام نقش کر دیا کرتے تھے)

واقعی سالکین کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے انہوں نے ان کے دلوں پر اللہ کا نام نقش کر دیا ہو۔ وہ چونکہ اللہ کے نام کا نقش سالکین کے دلوں میں پر نقش کر دیتے تھے اس لئے وہ نقشبند کے نام سے مشہور ہو گئے۔

قلب پر انگلی لگنے کا فائدہ عالم نزع میں:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ عجیب بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا کہ حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ
”جس قلب پر یہ انگلی لگ گئی اس کو کلمے کے بغیر موت نہیں آسکتی۔“

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بڑے ہی خوشگوار موڈ میں تھے، عاجز بھی اس وقت خدمت میں تھا، اس لئے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے میں نے عرض کیا، حضرت! یہ تو بڑی **Strong statement** ہے۔ جب میں نے اتنی بات کہی تو حضرت میرا مقصد سمجھ گئے۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تمہیں بات سمجھاتا ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب شیخ قلب پر انگلی رکھ کر اللہ اللہ کی ضرب لگاتا ہے تو ایک نور اس بندے کے قلب کے اندر آجاتا ہے۔ اس کے بعد اگر اس کا تعلق شیخ کے ساتھ نہ بھی رہے، اس نے معمولات نہ بھی کیے اور اسی طرح غفلت کی زندگی گزارتا رہا تو بھی موت کے وقت جب بالکل آخری وقت آنے لگتا ہے تو اس وقت ایک لمحہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اس آدمی کی آنکھوں کے سامنے آخرت کے مناظر بھی کھلنے لگتے ہیں اور دنیا بھی اس کے سامنے ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ دنیاوی چیزیں اوجھل ہو

رہی ہوتی ہیں اور آخرت کے مناظر سامنے آرہے ہوتے ہیں مگر ایک لمحہ ایسا بھی ہوتا ہے جب آخرت کا منظر بھی آجاتا ہے اور دنیا کے بھی اثرات ابھی موجود ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا لمحہ ہوتا ہے کہ ادھر تو موت کے مناظر کھل کر سامنے آچکے ہوتے ہیں اور ادھر ابھی کچھ یاد باقی ہوتی ہے، عین اس وقت جبکہ وہ بندہ جس نے کسی شیخ سے اللہ اللہ کی ضرب لگوائی تھی، جب وہ باوجود غفلت کی زندگی وہ اس لمحے کو پہنچتا ہے تو بزرگوں کے اللہ اللہ کہنے کا نور واضح ہو جاتا ہے اور اس نور کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے کلمے پر موت عطا فرمادیتے ہیں۔

زندگیوں کے بدلنے کا سلسلہ:

اس لئے جو معمولات آپ کو بتائے جاتے ہیں ان کو آپ باقاعدگی کے ساتھ کریں اور خود اس کی برکات دیکھیں۔ ڈاکٹر کو تو یہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کہ تم ٹھیک ہو رہے ہو، یہ تو مریض خود بتاتا ہے کہ اب میں ٹھیک ہو رہا ہوں۔ ہمارے مشائخ کا بھی یہی طریقہ ہے، وہ خود کچھ نہیں کہتے ہیں بلکہ منسلک ہونے والے خود بتاتے ہیں کہ اب میری زندگی میں تبدیلی آرہی ہے، میں اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ اچھا محسوس کرتا ہوں، میرے اندر اب نیکی کا شوق زیادہ ہے اور میں فلاں فلاں گناہ چھوڑ چکا ہوں۔ اس لئے خانقاہوں میں مشائخ جو اللہ اللہ کرواتے ہیں اس کے بارے میں یہ ذہن میں نہ رکھیں کہ یہ تسبیح پڑھواتے ہیں اور عدد پورے کرواتے ہیں، ظاہر اُتو عدد پورے ہوتے نظر آرہے ہوتے ہیں جبکہ حقیقت میں زندگیوں کے بدلنے کا سلسلہ چل رہا ہوتا ہے۔ رہی بات یہ کہ جی بہت سی خانقاہوں پر آجکل رسمی پیری مریدی کا سلسلہ چل رہا ہے تو پھر یہ تو ہر شعبے میں ہی ہے۔ پہلے زمانے میں جیسے عالم تھے کیا آجکل کے دور میں ان جیسے عالم ملتے ہیں؟ کوئی کوئی کہیں کہیں ملتا ہے، اسی طرح پہلے زمانے میں جیسے مشائخ تھے ویسے ہر جگہ تھوڑا ملیں گے۔ یہ قحط الحال کا دور ہے۔ بہت کم ایسے بندے ہوں گے جو شریعت کو سامنے

رکھتے ہوئے زندگی گزار رہے ہوں گے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم تابع شریعت و سنت مشائخ کے ساتھ خود بھی منسلک ہوں اور اپنی اولادوں کو بھی منسلک کریں۔

اصلاحی تعلق کی برکت:

یہ عاجز آپ سے ایک بات کہہ دینا چاہتا ہے، آپ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے کہ آپ کی اولاد میں سے جو بچہ سب سے زیادہ نافرمان ہے آپ اس کو کسی صاحب نسبت شیخ سے بیعت کروا دیجئے، اگر نسبت چکی ہوئی تو اس کی زندگی میں یقیناً تبدیلی آئے گی۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ الحمد للہ یہ نسخہ ہزاروں پر آزمایا ہوا ہے۔ ہمارے مشائخ جو توبہ کے کلمات پڑھاتے ہیں ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی بدلے اور وہ غفلت والی زندگی کو چھوڑ کر شریعت و سنت والی زندگی پہ آجائے۔ اس لئے ایسے حضرات کے ساتھ منسلک ہونا، ان سے اللہ اللہ سیکھنا اور اپنی زندگی کو ایک ترتیب سے گزارنا انسان کی شخصیت کے نکھار کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے اس کو ”اصلاحی تعلق“ کہتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ ہم نے سالکین کو تسبیح کا کبھی نہیں بنانا ہوتا بلکہ اصلاح مقصود ہوتی ہے تاکہ دل میں دین کی محبت آجائے۔ جو سالک نیک نیتی کے ساتھ آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کو بدل دیتے ہیں۔

آج کی یہ محفل اختتامی محفل تھی اس لئے یہ چند باتیں بیعت کے بارے میں بھی بتا دی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض دوست ایسے بھی ہوں جنہوں نے خانقاہوں کا نام بھی نہ سنا ہو، جب نام ہی نہیں سنا ہوگا تو ان کے مقاصد کا کیا پتہ ہوگا۔ یاد رکھیں کہ تصوف دین ہی کا شعبہ ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہ کہ دروے بود قیل و قال محمد

دس دن اعتکاف کے اثرات:

آپ نے اعتکاف میں یہاں چند دن گزارے ہیں، یہ دیکھنے کو تو دس دن ہی ہیں لیکن آپ ان کے

اثرات انشاء اللہ ثم انشاء اللہ پورا سال محسوس کریں گے۔ اگلے رمضان المبارک تک آپ کا دل آپ کو گواہی دے گا کہ آپ اس کے اثرات محسوس کر رہے ہیں۔ یہ کوئی ظاہری چیز نہیں ہے جس کی آپ کوئی گٹھڑی باندھ کر لے جائیں گے بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو سینے سے سینے میں منتقل ہوتی ہے، یہ بغیر کہے اور بغیر بتائے اپنا اثر دکھا رہی ہوتی ہے۔ اس کو ”فیض“ اور ”نور“ کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں اس نور کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بالخصوص جو احباب اعتکاف میں بیٹھے ان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کی ترتیب کو بدلیں، جس طرح وہ اب اپنے گناہوں سے سچی پکی توبہ کر چکے ہیں، وہ آئندہ پورا سال اسی طرح گناہوں سے بچ کر گزارنے کی کوشش فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہوگا اور انشاء اللہ اس معاملہ میں ان کے لئے آسانیاں ہوں گی۔

اظہار تشکر:

مقامی احباب جنہوں نے دعوت دی اور یہاں پر اتنے اچھے انتظامات کیے، یہ عاجز اعتکاف والوں کی طرف سے اور اپنی طرف سے ان سب کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اپنے پروردگار کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

ان حضرات نے بہت ہی فراخ دلی، بشاشت قلب اور محبت کے ساتھ ہم عاجز مسکینوں کو یہاں آنے کی دعوت دی، ہمیں یہاں ہر اعتبار سے سہولت رہی اور الحمد للہ خوش دلی کے ساتھ اب یہاں سے رخصت ہوں گے اور یہ دعا دے کر جائیں گے کہ اے اللہ! آپ کے ان بندوں نے اس عاجز مسکین کا دل خوش کیا، اس کے بدلے ان سب کے دلوں کو خوش فرمادے۔

نیک خاوند عورت کا مرشد ہوتا ہے:

مستورات میں سے جنہوں نے بیعت کی ان کے مردوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ان کو معمولات کے لئے یاد دہانی کرواتے رہیں..... بلکہ یاد رکھیں کہ اگر خاوند نیک ہو تو عورت کا مرشد وہی ہوتا ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ آجکل کے خاوند لٹا اس کی دینداری میں رکاوٹ بنے ہوتے ہیں..... اگر بیعت ہونے والی مستورات پہلے پردہ نہیں کرتی تھیں اور اب انہوں نے پردہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو ان کے لئے رکاوٹ نہ بنیے گا، ایسا نہ ہو کہ آپ ان کے لئے رکاوٹ بنیں۔ اب تو وہ بیانات سن کر یہ ارادہ کر چکی ہیں اس لئے اب ان کو آپ کی سپورٹ چاہیے، لیکن اگر آپ نے ہی کوئی ادھر ادھر کے **Comments** (تاثرات) پاس کر دیئے تو شیطان محنت کرے گا اور اس کو بگاڑنے کے لئے پورا ایک سال مل جائے گا۔ اس ایک سال میں وہ اس عورت کو **Pull down** (پست) کر دے گا۔

مستورات کی قابل صد آفرین محنت:

جن مستورات نے گھروں میں کھانے بنائے، راتوں کو جاگیں اور دنوں میں بیانات کے لئے بھاگ دوڑ کی ان کو بھی اللہ رب العزت جزائے خیر عطا فرمائے کیونکہ اتنے مہمانوں کو رمضان المبارک کے دنوں میں سحری و افطاری کا کھانا پہنچانا واقعی قابل صد آفرین بات ہے۔ اور صرف ایک ہی کھانا نہیں بلکہ ماشاء اللہ کئی کئی کھانے ہوتے تھے۔ اس میں مزے تو ہم مہمانوں کے تھے، مقامی احباب تو فقط چائے سے افطاری کرتے تھے اور باقی سب کچھ ہمارے لئے ہوتا تھا اور ہم بھی بڑے خوش تھے۔ ایسے اچھے میزبان کہاں ملیں گے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، جس جس نے جس نیت کے ساتھ جو جو خدمت کی اللہ تعالیٰ ان سب کی نیک نیتوں کے مطابق ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمادے اور جو ماں باپ اپنی اولاد کے بارے میں فکر مند ہیں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں کو نیک بنائے

اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ (آمین)

آئندہ سال اعتکاف کرنے کی دعوت:

اس سال ہمارے مختلف عنوانات ایک ترتیب سے چلے۔ دوست احباب آئندہ کے لئے بھی فرما رہے ہیں کہ آپ نے حاضری دینی ہے اور یہ عاجز بھی ارادہ کر چکا ہے کہ اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ آئندہ سال بھی حاضری دیں گے۔ انشاء اللہ آئندہ سال ان عنوانات کے علاوہ دوسرے اصلاحی عنوانات کو کھولا جائے گا۔ جو کچھ آپ نے اس دفعہ یہاں سے سنا ہے اس کے نوٹس بنالیں اور سال بھر میں کبھی کبھی مطالعہ کرتے رہیں تاکہ یہ باتیں تازہ رہیں۔

مقامی احباب سے گزارش:

مقامی احباب جو آئندہ سال کے لئے دعوت دے رہے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ آئندہ سال کے پروگرام کے بارے میں دوسرے احباب کو ضرور خبر دیجئے گا کیونکہ پچھلے سال اعتکاف کے بعد مجھے مارشس، زمبابوے اور مختلف جگہوں کے دوستوں نے کہا کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں تھا ورنہ ہم بھی آتے اور اس دفعہ بھی باہر ملکوں میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی، اس لئے آئندہ سال یہ ضرور کیجئے گا کہ سال کے دوران اگر آپ کی ملاقات قریب قریب کے علماء اور عزیز واقارب سے ہو تو ان کو یہ اطلاع بہت پہلے سے دے دیجئے گا تاکہ جو لوگ اس میں شامل ہونا چاہیں وہ بھی شامل ہو جائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھائیں، جتنے زیادہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے اتنا ہی زیادہ آپ کو فائدہ ہوگا۔

اعتراف حقیقت:

باقی یہ کہ ہم سب نے جو کچھ کیا ہے اللہ کی رضا کے لئے کیا ہے۔ تاہم ہمیں اس موقع پر کثرت سے استغفار کرنی چاہیے کیونکہ ہمیں اعتکاف کے دوران جن آداب کی رعایت کرنی چاہیے تھی یقیناً ہم سے

کو تا ہی ہوئی ہوگی، ہم حق ادا نہیں کر سکے، ہمیں اس موقع کو زیادہ فائدہ مند بنانا چاہیے تھا۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود

(علتی جو کرتا ہے اس میں علت ہی ہوتی ہے)

بہر حال ہم اپنی سستی اور نالائقی کا اعتراف کرتے ہوئے احساس ندامت کے ساتھ پروردگار عالم کے سامنے استغفار کرتے ہیں، ہمارے کسی قول و فعل سے کسی کا دل دکھا ہو یا اگر کوئی گناہ سرزد ہوا ہو یا کوئی بات اللہ کو ناپسند آئی ہو تو ہم ان سب سے توبہ کرتے ہیں اور اس وقت یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری کوتاہیوں پر نظر نہ ڈالنے گا بلکہ اپنی رحمت کے خزانوں کو دیکھنے گا اور ہماری خالی جھولیوں کو دیکھ کر ان کو بھر دیجئے گا،..... دنیا کا بھی دستور ہے کہ جب مزدور مزدوری کرتا ہے تو گھر کا مالک جاتے ہوئے اسے کچھ نہ کچھ دیتا ہے، جب عام دنیا دار مالک بھی کچھ نہ کچھ دے کر بھیجتا ہے تو پھر آپ سب حضرات نے تو اللہ کے در کو پکڑا اور اسی کی رضا کے لئے یہاں بیٹھے، اس لئے ہم دعا گو ہوتے ہیں کہ اللہ رب العزت بھی ہماری جھولیوں کو بھر دے،..... آپ اس وقت اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو کر جو دل میں آئے اپنے رب سے مانگئے، اپنے لئے اور پوری امت کے لئے دعائیں کیجئے کہ اللہ رب العزت ہماری ان دعاؤں کو قبول فرمائے اور آئندہ بھی ہمیں اسی طرح سنت و شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمادے۔ (آمین بحرمتہ سید المرسلین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ